خالدہ اختر ایم۔ اے

عربی صحافت کی ابتدا اور ارتقا

عربی صحافت فنی اعتبار سے دنیا کے کسی مہذب اور متمدن ملک کی صحافت سے پیچھے نہیں۔ خبروں کے حصول و اہتمام کے لیے عربوں نے وہ تمام ذرائع اور وسائل اختیار کیے جو کسی ترقی یافتہ ملک کے صحافی کر سکتے ہیں۔ اخبار و حوادث کے علاوہ ان کے رسائل و جرائد میں اقتصادی، سیاسی، اجتماعی، علمی، ادبی اور دینی ہر قسم کے بلند پایہ مقالات موجود ہوتے ہیں۔ اخبارات اور مجلات کے لیے ماہرینِ فن اور مفکرینِ وقت کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ عربی ممالک کے اخباروں اور ماہناموں کی کثیر تعداد سے ان کے شوقِ اخبار بینی کا پتا چلتا ہے۔ یہی اخبار اور رسالے اپنی تازہ ترین خبروں، دل فریب تصویروں، بلند پایہ مقالات، وسعتِ معلومات، طباعت کی نفاست اور کاغذ کی عمدگی کے لحاظ سے صحافتی دنیا کی پہلی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔

صحافت کے ساتھ طباعت کا ذکر لازم ملزوم کی حیثیت رکھتا ہے۔ عرب ممالک اٹھارویں صدی کے آخر تک جدید فنِ طباعت سے بالکل ناآشنا تھے، جب کہ اٹلی میں عربی حروف والا مطبع ۱۵۱۴ء میں قائم ہو چکا تھا۔ اسلامی ممالک میں یہ شرف سب سے پہلے ترکی کو حاصل ہوا۔ قسطنطنیہ میں ۱۷۲۸ء میں عربی حروف والے مطبعے نے کام شروع کیا۔ لیکن عرب ملکوں میں اس کا آغاز انیسویں صدی کے شروع میں ہوا، جب کہ سب سے پہلا چھاپہ خانہ حلب میں قائم ہوا۔ پھر لبنان میں، اس کے بعد بیروت کی باری آئی۔ ۱۸۲۲ء میں انگریزوں نے مالٹا میں عربی مطبع قائم کیا۔ ۱۸۳۴ء میں اسی مطبع کو مالٹا سے بیروت منتقل کر دیا گیا۔ البتہ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ موجود ہے کہ ۱۷۹۸ء میں نپولین بوناپارٹ جب مصر میں وارد ہوا تو اپنے ساتھ ایک مطبع بھی لایا۔ جس کو " المطبعۃ الاھلیۃ " کہا جاتا ہے۔ اس مطبع میں عربی کے علاوہ یونانی اور فرانسیسی حروف بھی تھے۔

عربی صحافت کا آغاز

ابتدائی دور کی عربی صحافت کو در حقیقت مصری صحافت کہنا چاہیے۔ کیوں کہ اپنے جغرافیائی محلِ وقوع

اور شان دار تاریخی روایات کی بنا پر مصر ہی اس بار گراں کا متحمل ہو سکتا تھا۔ یہ مصری صحافت غیر ملکی اثر و اقتدار کی رہین منت ہے۔

عربی صحافت کا پہلا دور

۱۷۹۸ء سے لے کر ۱۸۰۱ء تک مصر پر فرانس کا تسلط رہا۔ فرانسیسیوں نے اپنے قیام کے دوران مصر میں عربی صحافت کا بیج بویا۔ حکومتِ فرانس نے سیاسی مصلحتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مصر سے دو اخبار جاری کیے۔ ایک کا نام "بریدالمصریہ" اور دوسرے کا نام "العشارۃ المصریہ" تھا۔ اول الذکر خالص سیاسی اخبار تھا۔ جب کہ مؤخرالذکر علمی اور ادبی صحیفہ تھا۔ لیکن فرانسیسی اقتدار کے خاتمے کے ساتھ ہی ان دونوں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے فوجی حلقوں کو پہنچانے کے لیے روزنامچے کے طور پر ایک اخبار "التنبیہ" بھی جاری کیا، جو عربی صحافت کا سنگِ بنیاد ہے۔ مگر یہ بھی جلد ہی بند ہو گیا۔

مصر میں فرانسیسی اقتدار کے ختم ہو جانے کے پورے ستائیس برس بعد محمد علی پاشا نے ۱۸۲۸ء میں ایک سرکاری اخبار "الوقائع المصریہ" جاری کیا۔ قاہرہ سے نکلنے والا یہ اخبار حقیقی معنوں میں پہلا عربی جریدہ تھا، جو شروع شروع میں ہر ہفتے عربی میں شائع ہوتا رہا، پھر چند مہینے ترکی اور عربی میں چھپا اور بالآخر عربی میں ایک جداگانہ فرانسیسی اشاعت کے ساتھ شائع ہونے لگا۔ خدیو اسمٰعیل کے زمانے میں اسے ہفتے میں تین بار اور کبھی کبھی روزانہ کر دیا گیا۔ اس میں فرامین، احکام اور قوانین کے علاوہ مقامی اور غیر ملکی خبریں نیز اداریے اور تصاویر بھی شائع ہوتی تھیں۔ اس اخبار کی زمامِ ادارت شیخ حسن عطار، شیخ ابراہیم الدسوقی، شیخ شہاب الدین، احمد فارس شدیاق، مفتی محمد عبدہٗ اور سعد زاغلول جیسے اصحابِ فکر، ماہر انشاپرداز اور تجربہ کار حضرات کے ہاتھوں میں رہی۔ ۱۸۸۱ء میں جب محمد عبدہٗ مدیرِ اعلیٰ کے فرائض انجام دے رہے تھے تو یہ اس زمانے کا سب سے زیادہ اہم، ہردلعزیز اور کثیر الاشاعت اخبار تھا۔ ۱۸۴۷ء میں حکومتِ فرانس کے زیرِ اہتمام ایک پندرہ روزہ اخبار "المبشر" الجزائر میں شائع ہونا شروع ہوا۔ ابتدا میں یہ معمولی اخبار تھا۔ مگر بعد میں کا معیار خاصا بلند ہو گیا۔ یہ اخبار عربی اور فرانسیسی دونوں زبانوں میں چھپتا رہا۔

عربی صحافت کا دوسرا دور

عربی صحافت کا دوسرا دور ۱۸۴۹ء سے ۱۸۶۳ء تک رہا۔ اس دور میں صحافت پر کچھ بے دلی اور جمود طاری رہا۔ کیوں کہ محمد علی پاشا کے دو جانشین عباس پاشا اور سعید پاشا صحافت سے بے اعتنائی اور بے

برتنے لگے۔ انھوں نے صحافت کی سیاسی اہمیت اور جمہوری افادیت کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ حکومت کی بے رخی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف تو مصر میں ذوقِ صحافت کم ہو گیا اور دوسری طرف صحافت مصریوں کے ہاتھ سے نکل کر شامیوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ شامیوں نے ۱۸۵۵ء میں "مرأة الاحوال" نامی اخبار جاری کیا، جس کی بنیاد حسان نے بیروت میں رکھی۔ لیکن اس کی سیاسی پالیسی حکومتِ ترکیہ کے خلاف تھی اور بڑے تلخ انداز میں حکومت پر تنقید کرتا تھا۔ نتیجتاً زیادہ عرصہ نہ چل سکا۔

۱۸۵۷ء میں سکندر آفندی نے "السلطانہ" شائع کیا، اور یکم جنوری ۱۸۵۸ء کو خلیل الخوری نے عربی اور فرانسیسی میں "حدیقۃ الافکار" جاری کیا، جس کو ترکی حکومت کی حمایت حاصل تھی۔ اس کا بڑا مقصد یہ تھا کہ بیروت کے متعدد غیر ملکی باشندوں کو باب عالی کے خیالات سے باخبر رکھا جائے۔ برابر پچاس برس وطن اور ادب کی خدمت کرنے کے بعد جب ۱۹۰۹ء میں خلیل الخوری کی وفات ہوئی تو اس کے دو سال بعد "حدیقۃ الافکار" بھی بند ہو گیا۔ ۱۸۶۰ء میں ایک عربی اخبار "الجوائب" کا اجرا ہوا۔ یہ اخبار لبنانی ادیب احمد فارس شریاق کے زیرِ ادارت قسطنطنیہ سے نکلا اور ترکی حکومت نے اس کی بہت سرپرستی کی۔ احمد فارس اس دور میں عربی ادب کا بہت بڑا ستون تھا۔ اس نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا۔ لہٰذا یہ بڑے زور شور سے اسلام کی حمایت کرنے لگا۔ صحافتی عربی زبان کا آغاز "الجوائب" سے ہوا۔ وہ انیسویں صدی کا سب سے بڑا عربی اخبار تھا۔ جو قاہرہ، بیروت، دمشق، عراق اور مغربی افریقہ میں فروخت ہوتا تھا۔ اس کی کثرتِ اشاعت کی وجہ وہ محنت تھی جو اس کی ادارت اور تزئین میں کی جاتی تھی۔ ۱۸۸۱ء میں یہ اخبار عروج کو پہنچا، لیکن ۱۸۸۴ء میں احمد فارس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سلیم اس کا سابق معیار قائم نہ رکھ سکا اور یہ اخبار جلد ہی بند ہو گیا۔

عربی صحافت کا تیسرا دور

عربی صحافت کا تیسرا دور ۱۸۶۳ء سے شروع ہو کر ۱۸۸۲ء تک رہا۔ اس دور میں مصر سیاسی تحریکوں اور شورشوں کی آماج گاہ بنا ہوا تھا۔ مختلف خفیہ سازشیں اور ہنگامے پل کر جوان ہو رہے تھے۔ نیز سیاسی افق پر نئے ستاروں کی روشنی کسی اہم واقعے کی نشان دہی کر رہی تھی۔ عربی صحافت نے بھی بہت سی ارتقائی منزلیں طے کیں۔ یورپ کے زیرِ اثر مصریوں کو مغربی تہذیب و ثقافت اور جدید اندازِ فکر سے روشناس ہونے کا موقع ملا۔ مغربی علوم و فنون ان کے دل و دماغ پر قبضہ کرنے لگے اور آہستہ آہستہ صحافتی سرگرمیاں اس حد تک

پہنچ گئیں کہ مغربی زبانوں میں شائع ہونے والے پرچوں کو ان کی اہمیت کے باوجود ثانوی حیثیت دینا پڑی۔ اس دور کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ صحافت نے بے حد ترقی کی اور مصر اس کی طرف پھر توجہ دینے لگا۔ بہت سے اخبارات، علمی اور ادبی رسالے معرضِ وجود میں آئے۔ ۱۸۶۶ء میں "وادی النیل" کا اجرا ہوا۔ اس کی بنیاد عبد اللہ ابو السعود نے قاہرہ میں رکھی۔ یہ علمی، ادبی اور پہلا غیر سرکاری سہ روزہ اخبار تھا جس کے اجرا سے "الوقائع المصریہ" کی واحد اجارہ داری ختم ہوگئی۔ یہ جریدہ بھی آفندی کی وفات تک ہی جاری رہ سکا۔

۱۸۶۹ء میں دو مصریوں — ابراہیم المویلحی اور عثمان جلال — نے "نزھۃ الافکار" کی طرح ڈالی۔ حکومت کی نظر میں اس اخبار کا لب و لہجہ سخت قابلِ اعتراض تھا۔ اس لیے دو تین شماروں کے بعد ہی اسمٰعیل پاشا نے اس کی اشاعت حکماً بند کردی۔

۱۸۷۰ء میں مجلہ "روضۃ المدارس" شائع ہوا۔ اس رسالے نے مصری نوجوانوں میں ایک نئی علمی اور ادبی روح پھونک دی۔ امریکن مشنری نے بیروت سے "النشر الاسبوعیۃ" نکالا تو کیتھولک گروہ نے "البشیر" نکالنا شروع کیا۔ اس سال اور بھی بہت سے علمی، ادبی اور سیاسی مجلات شائع ہونا شروع ہوئے۔ ان میں بُطرس البستانی کا سہ روزہ "الجنۃ" اور "الجنان" خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۸۷۱ء میں امریکیوں نے "کوکب الصبح" اور "المنیر" جاری کیے۔ ۱۸۷۴ء میں "التقدم" نکلنے لگا جس کی ادارت کے فرائض ادیب اسحاق کے سپرد ہوئے۔

اس دور میں شام پر ترکی کا تسلط تھا۔ چنانچہ شامی ادیبوں اور صحافیوں نے جب دیکھا کہ شام کی سرزمین میں ترکی حکومت کے زیرِ اثر آزاد صحافت کے پنپنے کی بہت کم امید ہے تو انھوں نے مصر کی راہ لی۔ یہی وجہ ہے کہ مصر اور اسکندریہ میں شامی اربابِ صحافت کی اکثریت ہے۔ ۱۸۷۳ء میں سلیم حموی پاشا نے سب سے پہلا اخبار "الکوکب الشرقی" اسکندریہ سے جاری کیا جو زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔ ۱۸۷۶ء میں دو شامی بھائیوں — بشارت تقلا اور سلیم تقلا — کی کوششوں سے ایک شاندار اخبار اسکندریہ سے "الاھرام" نکلا۔ تھوڑی ہی مدت میں یہ اخبار بڑا مقبول اور ہر دلعزیز ہوگیا۔ کچھ عرصے کے بعد اس کو قاہرہ منتقل کر دیا گیا جہاں پہلے سے بھی زیادہ آب و تاب اور شان و شوکت سے شائع ہونے لگا۔

۱۸۷۷ء میں قبطیوں نے مصر سے اپنا ایک الگ اخبار "اخبار الوطن" نکالا۔ ان کا دوسرا اہم اور مشہور اخبار "المصر" تھا جسے ادیب اسحاق نے فرانس سے واپسی پر جمال الدین افغانی کے مشورے سے

کیا افغانی اس میں مضامین بھی لکھا کرتے تھے۔

اسی سال بطرس البستانی کے داماد خلیل سرکیس نے "لسان الحال" کا پہلا پرچہ شائع کیا۔ اس دور میں جمال الدین افغانی بھی مصر میں مقیم تھے، جو اپنے دور کے بہت بڑے مفکر اور مصلح تھے۔ ان کی عقابی نگاہ دنیائے اسلام کا جائزہ لے چکی تھی۔ مسلمانوں کی منوریات اور وقت کے تقاضے ان کے سامنے تھے۔ ان کی شخصیت میں مقناطیسی قوت تھی۔ ان کی مصر میں موجودگی نے ایک نیا سیاسی اور فکری ماحول پیدا کر دیا تھا۔ جمال الدین افغانی نے مصر کی آزادی اور مصریوں کی خوشحالی پر بڑا زور دیا، اس کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں انگریزوں کی موجودگی کی بھی سخت مخالفت کی۔ مارچ ۱۸۸۴ء میں مصری مصلح محمد عبدہ اور ان کے دوست جمال الدین افغانی نے "العروۃ الوثقیٰ" جاری کیا، جس نے عربی صحافت میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ عربی صحافت میں وطن دوستی، ملکی آزادی اور جمہوری نظام کے جذبات افغانی مرحوم کے مرہون منت ہیں۔

اس دور کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ سیاسی صحافت کو ادبی اور فنی صحافت سے الگ کر دیا گیا۔ اخبارات کے پہلو بہ پہلو رسالوں اور ماہ ناموں کا وجود بزم صحافت کی رونق کا موجب بنا۔ نیز اس دور میں اخبارات کے لیے جریدہ کا لفظ استعمال ہونے لگا اور علمی اور ادبی ماہ ناموں کے لیے مجلہ کا لفظ۔ جب کہ اس سے پہلے دونوں کے لیے صحیفہ یا نشرہ کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔

عربی صحافت کا چوتھا دور

انگریزوں کے مصر میں داخلے سے عربی صحافت نے ایک نئے دور میں قدم رکھا۔ پالیسی اور حکمت عملی کے لحاظ سے عربی صحافت دو حصوں میں بٹ گئی۔ اخبار "الزمان" نے قاہرہ سے جاری ہوتے ہی انگریزوں کی کھلم کھلا حمایت شروع کر دی، جس کا رد عمل یہ ہوا کہ مصری محبانِ وطن نے ایک سیاسی جماعت کی تشکیل کی، جس کا مقصد عوام میں بیداری پیدا کرنا تھا۔ علاوہ ازیں بعض رسائل و جرائد کی اشاعت کے لیے مزاحمت، مصر اور سوڈان کا اتحاد و تعاون معرضِ وجود میں آیا۔ ان میں سب سے زیادہ اہمیت "المقتطف" کو حاصل ہے۔ یہ وہ پندرہ روزہ ہے جو ۱۸۷۷ء میں بیروت سے نکلا اور بعد میں قاہرہ منتقل ہو گیا۔ پھر روزنامہ "المؤید" نکلا جس کی نگرانی شیخ علی یوسف بڑی قابلیت اور دانشمندی سے کر رہا تھا۔ یہ اخبار وطنی صحافت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا تھا۔ تمام محب وطن دوست سیاسی اور مذہبی طبقے اس اخبار کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں یہ اخبار مصری عوام

کا صحیح ترجمان بن گیا۔ مفتی محمد عبدہٗ، سعد زغلول، قاسم امین ابراہیم، مویلحی، مصطفیٰ کامل اور مصطفیٰ جیسے بلند مرتبت مفکرین اور اصحابِ قلم حضرات نے اپنے افکار و خیالات سے "الموید" کے صفحات کو چار چاند لگا دیے۔ ایک عرصے تک مصر کی سیاست اس اخبار سے وابستہ رہی۔

اس دور میں بے شمار ہفت روزہ اخبارات اور مجلات معرضِ وجود میں آئے، جن میں "برہان"، "البیان"، "مرآۃ الشرق" اور "الہلال" نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ مصر میں انگریزی تسلط نے عربی صحافت کو خوب چمکایا۔ عربی اخبارات نے عوام میں اتنا شعور پیدا کر دیا کہ وہ حکومت کے معاملات میں گہری دلچسپی لینے لگے۔ ۱۸۹۲ء سے ۱۹۰۲ء کے عرصے میں اتنے جرائد و رسائل جاری ہوئے کہ ان کی تعداد ڈیڑھ سو سے تجاوز کر گئی۔ ۱۸۹۹ء میں مفتی محمد عبدہٗ کے شاگرد علامہ رشید رضا نے رسالہ "المنار" نکالا جس نے عربی صحافت میں دینی اور اجتماعی نقطۂ نظر سے بہت خدمات انجام دیں اور قرآنی مباحث کو جدید انداز میں پیش کر کے بحث و نظر کے لیے نئے راستے کھول دیے۔

مصطفیٰ کامل نے ۱۹۰۰ء میں ایک شعلہ بیان اخبار "اللواء" شائع کیا، جس نے مصر کے نوجوانوں میں آزادیِ وطن کی آگ سلگائی۔ اپنے حلقۂ اثر کو وسیع کرنے کے لیے "اللواء" تین زبانوں میں چھپنے لگا اور بڑی جرأت اور دلیری سے انگریزوں سے مطالبہ کرنے لگا کہ وہ فوراً مصر کو خالی کر دیں۔ اس مطالبے کو قومی سطح پر زیادہ زوردار بنانے کے لیے منظم طور پر پروپیگنڈا کیا گیا۔ مصری سرمایہ داروں نے بھی قومی اور وطنی اخبارات جاری کرنے کے لیے کمپنیاں بنا کر اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اسی زمانے میں قاہرہ سے ایک اور بہت بڑا اخبار "الجریدہ" شائع ہوا، جس نے مصر پر برطانوی قبضے کو خاص طور پر اپنا موضوع بنایا۔ اس زمانے میں صحافیوں کی حالت بہتر بنانے کے لیے کئی اقدامات کیے گئے۔

اس دور کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ عربی صحافت شامیوں کے ہاتھ سے نکل کر ایک بار پھر مصریوں کے ہاتھ آ گئی۔ عوام میں اخبار پڑھنے کا شوق بڑھ گیا۔ حکومت اور عوام صحافتی اثر کو زیادہ سے زیادہ قبول کرنے لگے۔ ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم شروع ہوتے ہی آرڈیننس نافذ ہونے لگے۔ کاغذ کی قلت سے اخبارات کی قیمتوں میں اضافہ ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے اخبار بند ہو گئے اور نئے اخبار نکالنے کی کسی میں جرأت نہ ہوئی۔

۱۹۱۸ء میں اور اس کے بعد عربی صحافت میں فنی لحاظ سے نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ دیدہ زیب طباعت، اخبارات و مجلات کا حجم و ضخامت، عمدہ طرزِ نگارش، تصاویر کا روز افزوں شوق و اہتمام اور اس قسم کی دوسری صحافتی اصطلاحات اور فنی تبدیلیاں اس دور کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ اس دور میں عام طور پر مقالہ افتتاحیہ، غیر ممالک کے خطوط، یورپ کی ڈاک جیسی چیزیں بالالتزام پیش کی جاتی تھیں۔ "اللواء" والوں نے ایک جدید کالم شروع کیا جس میں اہم حوادث پر اظہارِ خیال کیا جاتا۔ آج بھی بعض اخباروں میں یہ کالم "حدیث الیوم" کے نام سے پیش کیا جاتا ہے۔

اس دور میں صحافت کا دائرہ بڑی تیزی سے وسیع ہو رہا تھا۔ گو بیشتر پرچے غیر سیاسی تھے، مگر ان کے ہاں یہ رجحان بڑھ رہا تھا کہ میدانِ سیاست میں قدم رکھیں اور ملتِ اسلامیہ کی مبہم سی آرزوؤں کو کوئی واضح شکل دے کر اسلامی قومیت کے مختلف داعیات کو کسی ایک مرکز پر لے آئیں۔ ۱۹۲۲ء میں "آزاد خیال دستوری جماعت" (Liberal Constitutional party) کی طرف سے حسین ہیکل کی زیرِ ادارت ایک ہفت روزہ "السیاسۃ" کے نام سے نکلا۔ ۱۹۲۴ء میں "المصور" کا پہلا شمارہ قاہرہ سے جاری ہوا، جس نے آٹو گراف کے ذریعے تصاویر طبع کر کے قارئین کو پیش کیں۔ یہ رسالہ بہت مقبول ہے۔ اس کے علاوہ تمام علوم و فنون اور موضوعات پر الگ الگ رسالے نکلنے لگے، جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ خواتین کے بھی کئی رسالے نکلتے ہیں۔

بہر حال جدید زمانے کی عربی صحافت میں جو ترقی، نشوونما اور تنوع پیدا ہوا، اس کے لیے وہ حقیقی ادب کے مقابلے میں مختلف جرائد بالخصوص مصری رسائل و جرائد کی زیادہ رہینِ منت ہے۔ بڑے بڑے اخبارات میں جو برابر شائع ہوتے رہے یا ہو رہے ہیں، ان میں "الاہرام"، "الجمہوریہ"، "المسام"، اور "الاخبار" قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار دوسرے مشہور رسائل و جرائد مصر، سوڈان، عراق، لبنان، سعودی عرب، شام، فلسطین اور دوسرے عرب ممالک سے نکلتے ہیں۔ اس صحافت کے پہلو بہ پہلو جس کا درجہ بعض صورتوں میں مغربی صحافت سے کچھ کم نہیں اور جسے بڑے بڑے فنی اور مالی وسائل کے ساتھ ساتھ بہت بڑے عملے اور جدید قسم کے مطابع بھی حاصل ہیں، معمولی قسم کے پرچے بھی بہ کثرت موجود ہیں۔

مراجع

ا۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور

۲- عبدالقیوم : "عربی صحافت کی ابتدا و ارتقا" اورینٹل کالج میگزین، لاہور

۳- جرجی زیدان : تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ

۴- سمہان : الصحافۃ

۵- طرازی ، تاریخ الصحافۃ العربیۃ

۶- عبدالرزاق الحسنی : تاریخ الصحافۃ العراقیۃ

۷- Encyclopedia of Islam

۸- McFadden : Daily Journalism in The Arab states.

فقہائے ہند ـــــ جلد پنجم ـــــ حصہ دوم

محمد اسحاق بھٹی

فقہائے ہند جلد پنجم حصہ دوم برصغیر پاک و ہند کے بارھویں صدی ہجری کے ۱۰۱ فقہائے عظام اور علمائے کرام کے حالات و سوانح پر مشتمل اور ان کی علمی و فقہی مساعی اور تدریسی و تصنیفی خدمات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں اس عہد کو عہدِ زوال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مقدمہ کتاب میں اس عہد کے سیاسی معاملات اور علمی کوائف کو موضوعِ بحث ٹھہرایا گیا ہے اور ملک کے مختلف حصوں میں جو علاقائی سلطنتیں قائم ہو گئیں تھیں ان کی ضروری تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ زوال پذیر عہد کے مغل بادشاہوں کے حالات، سلطنتِ اودھ، ریاست حیدرآباد، روہیل کھنڈ کی حکومت، بنگال میں سراج الدولہ کی حکومت اور میسور کی سلطنتِ خداداد کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ ان فرمانرواؤں کے علما و فقہا سے روابط اور ان کے عہد میں ان کی علمی سرگرمیوں کی تفصیل بھی اس میں درج ہے۔ علاوہ ازیں برصغیر میں انگریزوں کی آمد، ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجارتی اور سیاسی یلغار، نادر شاہ کی دہلی میں لوٹ کھسوٹ، احمد شاہ ابدالی کے حملے اور سکھوں کے واقعات کی وہ تفصیلات بھی جو اس عہدِ زوال سے تعلق رکھتی ہیں احاطۂ تحریر میں لائی گئی ہیں۔

صفحات ۴۱۶ + ۱۲ قیمت -/۳۵ روپے

ملنے کا پتا : ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور